مولانا ابوالکلام آزاد

شہرِ رمضان

ہم کو سب سے زیادہ اس چیز پر غور کرنا چاہیئے جس کی بنا پر قرآن مجید رمضان میں نازل کیا گیا ہم نماز پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں حج کرتے ہیں لیکن ہم پر کوئی آیت نازل نہیں ہوتی۔ صرف روزہ ہی ایک ایسی عبادت ہے جس کی برکت سے ہم پر پورا قرآن نازل ہوا۔

روزہ صرف تقویٰ کا نام ہے۔ اس بنا پر قرآن مجید کا حقیقی ظرف رمضان اور اس کا حقیقی مخاطب صرف روزہ دار ہی ہو سکتا ہے۔

شھر رمضان الذی انزل فیہ	رمضان کا وہ مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا
القرآن ھدی للناس وبینات	جو ہدایت ہے لوگوں کے لئے اور اس میں نہایت
من الھدی والفرقان ط	واضح اور روشن دلیلیں امتیاز و ہدایت کی موجود ہیں۔

روزے سے انسان کے قلب میں تقویٰ و طہارت کی جو کیفیت الٰہیہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا مظہر اگرچہ اس کی زندگی کا ہر حصہ ہو سکتا ہے۔ تاہم اس کے اظہار کا حقیقی موقع معاملات تمدن ہیں جہاں انسان کا قدم ڈگمگا جاتا اور حلال و حرام کے درمیان جو مشتبہات ہیں ان کی تمیز اُٹھ جاتی ہے کسی نے امام محمد سے کہا کہ آپ نے زہد میں کوئی کتاب نہیں لکھی انہوں نے فرمایا میں نے معاملات میں کتابیں لکھ دی ہیں۔ زہد کا مظہر اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے تمہارے معاملات روزے کے نتائج کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے کے احکام کے بعد فرمایا۔

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل	اور اپنے مال کو باہم ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ
وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من	اور نہ حکام کو رشوت دو کہ وہ لوگوں کے مال کا
اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون ہ	ایک حصہ ناجائز طریقہ سے کھائیں۔

نظم کلام و ترتیب آیات کے لحاظ سے ان احکام کو بظاہر روزے سے کوئی مناسبت نہیں معلوم ہوتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ روزے کی روح یہی اکلِ حلال ہے روزہ نے انسان پر اکل حلال صرف اس لئے حرام کر دیا کہ اگر وہ رزق پر قناعت نہیں کر سکتا تو اس کو کم از کم زہد و قناعت کا خوگر ہو کر اکلِ حرام سے تو ضرور بچنا چاہیئے۔ قرآن مجید کا طرز خطاب یہی ہے کہ وہ مقدمات قائم کر دیتا ہے ان کے نتائج پیش کر دیتا ہے لیکن یہ نہیں بتلاتا ہے کہ اس میں کون سا مقدمہ ہے اور کون سا نتیجہ؟ تاہم فطرت سلیم خود بخود اس کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم ط

محمد ادریس اعوان

امیر المؤمنین

حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ اپنی انقلابی تعلیمات سے ایک تحریک کی بنیاد رکھ کر رخصت ہو گئے، لیکن انکی انقلاب آفریں تعلیمات ابھی تک اضطراب پیدا کر رہی تھیں۔ شاہ عبدالعزیز اور ان کے بھائی تحریک کو سہارا دیے رہے تھے۔ ضرورت تھی کہ کوئی نوجوان اٹھے اور اس میدان کو سنبھالے۔ کیونکہ حضرت شاہ کے بڑھاپے سے زیادہ امید نہ کی جا سکتی تھی۔ قدرت کی نگاہِ انتخاب سیّد احمد شہید پر پڑی۔ جنہوں نے آگے چل کر حضرت شاہ ولی اللہ کے مشن کا جھنڈا لہرایا اور فکرِ ولی اللہی کی بنیاد پر ایک ایسی پارٹی تشکیل دی جو برصغیر میں اسلامی انقلاب کی اولین داعی تھی۔ سیّد احمد شہید ہند میں اسلامی انقلاب کی تحریک کے معمارِ اول ہیں جنہوں نے ایک شالی تحریک چلائی اور سرحد کے کچھ علاقے پر قبضہ کر کے اسلامی حکومت کا صحیح نقشہ پیش کیا۔

حضرت سیّد احمد شہید نومبر ۱۷۸۶ء میں رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سیّد محمد عرفان تھا، جن کا شجرۂ نسب حضرت علیؓ سے جا ملتا ہے۔ اس لئے ان کو حسنی الحسینی کہتے ہیں۔ سیّد احمد کی عمر جب چار سال کی ہوئی تو آپ کو مکتب میں بٹھایا گیا۔ لیکن آپ تعلیم کی طرف راغب نہ ہوئے۔ کھیل کود میں اکثر مشغول رہتے۔ آپ کو تن سازی کا بہت شوق تھا۔ گھنٹوں ورزشیں کیا کرتے تھے۔ وزن اٹھاتے، ڈنٹر پیلتے، پیراکی کے بڑے ماہر استادوں کو مات کر دیتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ عبادت، ذکر اور تہجد گزاری آپ کا معمول تھا۔ خدمتِ خلق کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔ ضعیفوں، اپاہجوں اور بیواؤں کے گھر دونوں وقت جاتے ان کا حال پوچھتے اور کہتے اگر لکڑی، پانی، آگ وغیرہ کی ضرورت ہو تو لے آؤں —— وہ لوگ سیّد احمد کے ہی بزرگوں کے مرید تھے وہ اس سے ہچکچاتے اور کہتے، میاں کیوں گنہگار کرتے ہو، ہم تو آپ کے باپ دادا کے غلام ہیں ہماری کیا مجال کہ آپ سے کام لیں —— لیکن سیّد باصرار ان کے کام کر جاتے۔

آپ کی والدہ نہایت ہی نیک خاتون تھیں، عبادت گزاری اور اسلامی جذبے میں اعلیٰ مقام رکھتی تھیں، منظورہ میں سید احمد شہید کے ایام شباب کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مسلمانوں اور ہندوؤں کی جنگ کی خبر ملی تو سید احمد شہید نے جانے پر آمادگی ظاہر کی اور والدہ سے اجازت چاہی والدہ نے کہا جاؤ بیٹا جاؤ، اللہ کا نام لے کر جاؤ لیکن خبردار پیٹھ نہ پھیرنا ورنہ میں تمہاری صورت نہ دیکھوں گی اسی طرح سید احمد شہید نے شفقتِ مادری کو اسلامی غیرت پر قربان کر کے حوصلے اور جوانمردی کی ایک اعلیٰ مثال قائم کر دی۔

جب آپکی عمر چودہ سال کے قریب تھی تو آپکے والد کا انتقال ہو گیا۔ روزگار کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے، بالآخر عزیزوں کے اصرار پر لکھنؤ کا سفر اختیار کیا۔ اس سفر میں آپکے دوسرے کئی عزیز بھی شامل تھے۔ لکھنؤ میں بھی باوجود تلاش کے روزگار نہ مل سکا۔ سید صاحب اپنے عزیزوں کو کہتے عزیزو! اس تلاش و جستجو اور اس تکلیف کے باوجود دنیا تمہیں نہیں ملتی۔ ایسی دنیا پر خاک ڈالو اور میرے ساتھ دہلی چلو اور شاہ عبدالعزیز کا وجود غنیمت جانو مگر کوئی بھی اس پر راضی نہ ہوا اور مذاق میں ہنس دیئے۔ آخر ایک روز سید صاحب نے خود ہی دہلی جانے کا فیصلہ کر لیا۔ سفر بڑا دشوار تھا۔ راستے میں درندوں بھرا جنگل تھا۔ جہاں سے بچ نکلنا انتہائی مشکل تھا۔ لیکن آپ ارادہ کر چکے تھے راستے میں خاصی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ میلوں پیدل چلنا پڑا، خوراک کی کمی تھی، کئی فاقے ہوئے۔ لیکن ہمت نہ ہاری۔ راستے میں ایک روز آپ ستو گڑ میں گھول کر کھانے بیٹھے تھے کہ ایک غریب آدمی نے پکارا کہ چار دن سے فاقے سے ہوں۔ سید صاحب نے یہ کھانا اٹھا کر اُسے دے دیا اور رات فاقے سے گزار دی یہ واقعہ ۱۷ سال کی عمر کا ہے۔

آپ دہلی پہنچے تو سیدھے شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نے مصافحہ اور معانقہ کیا اپنے برابر بٹھایا اور پوچھا کہاں سے تشریف لائے ——— ؟ آپ نے عرض کیا، رائے بریلی سے۔ فرمایا، کس خاندان سے ہو ؟ کہا سادات سے۔ شاہ صاحب نے کہا، سید ابوسعید اور سید نعمان کو جانتے ہو ؟ سید صاحب نے جواب دیا، ابوسعید میرے نانا اور سید نعمان میرے چچا ہیں۔ ! شاہ صاحب نے دوبارہ اٹھ کر مصافحہ اور معانقہ کیا۔ پھر پوچھا کیسے آنا ہوا۔ سید صاحب نے جواب دیا آپ کی ذاتِ مبارک کو غنیمت جان کر اللہ کی طلب کے لئے یہاں پہنچا ہوں۔ شاہ صاحب نے فرمایا اگر

تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہے تو اپنے دودھیال اور ننھیال کی میراث تم کو مل جائے گی۔ آپ حضرت شاہ صاحب کے ہاں ہی مقیم رہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی اداؤں کو دیکھ کر حضرت شاہ عبد القادر نے شاہ عبد العزیز سے مانگ لیا تھا۔ آپ نے شاہ عبد القادر سے دوبارہ تعلیم شروع کی اور پھر شاہ عبد العزیز سے بیعت کر لی۔ سید صاحب نے اس دَوران باطنی میدان میں خُوب خُوب ترقیاں کیں، شاہ عبد العزیز نے ایک مرتبہ فرمایا کہ :۔ "اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تم کو ولایتِ نبُوّت سے نوازا ہے۔"

دہلی میں قیام کے بعد آپ نے ۱۸۰۸ء میں وطن واپسی کا قصد کیا اور دُو برس وہاں ٹھہرے رہے اس دَوران آپ کی شادی ہوئی اور آپ کی بڑی صاحبزادی سارہ پیدا ہوئیں۔

ڈاکٹر قیام الدین احمد کہتے ہیں کہ رائے بریلی میں دُو سال کے قیام میں سید احمد نے زیادہ وقت اپنے مشن اور اسکی کامیابی کے طریقوں پر غور و فکر میں صرف کیا۔ شروع ہی سے انگریزوں کو شکست دینے اور مسلمانوں میں پھیلی ہوئی بدعات کی غلاظتوں کو صاف کرنے کے لئے ایک نظام کے قیام کی ضرورت محسوس کی۔ یہ احساس ہی ان کو ۱۸۰۹ء میں دوبارہ دہلی لے گیا۔ (ہندوستان میں وہابی تحریک)

دہلی میں کچھ عرصہ قیام کے بعد اپنے مشن کی تکمیل کے لئے جنگی کاروائیاں سیکھنے کے لئے امیر خان کے لشکر میں بھرتی ہو گئے۔ لشکر میں آپ نے جنگی مشقوں اور حربی تدابیر کے ساتھ ساتھ اصلاح و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کا عمل بھی جاری رکھا جس سے لشکر کی اکثریت آپ کی نیکی کی قائل ہو گئی۔ ایک دفعہ لشکر میں ایک آدمی "نارو" میں مُبتلا تھا، وہ حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے بُرے کاموں سے توبہ کرائی اور پانچ وقت نماز کی پابندی کا عہد لے کر اپنا لعابِ دہن اس پر لگایا اور وہ اچھا ہو گیا۔ یہ خبر لشکر میں مشہور ہو گئی۔ لشکر میں کئی دُوسرے آدمی بھی اس بیماری میں مُبتلا تھے، سید صاحب نے ان سے بھی یہی عہد لیا۔ اور لعابِ دہن لگایا وہ بھی شفایاب ہو گئے۔ آپ نے اس لشکر میں کئی مُہمیں سر کیں۔ لوگ آپ کی جواں مردی، بہادری، نیکی اور کرامات کے بیک وقت قائل ہو گئے۔

جب امیر خان نے انگریزوں سے مصالحت کر لی تو سید صاحب نے اس مصالحت کی سخت مخالفت کی پھر افہام و تفہیم سے کام بھی لیا لیکن جب کوئی چیز کارگر نہ ہوئی تو آپ نے لشکر چھوڑ کر دہلی کا سفر اختیار کیا۔

اِدھر آپ ابھی دہلی نہ پہنچے تھے کہ حضرت شاہ عبد العزیز نے خواب دیکھا کہ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم

جامع مسجد دہلی میں تشریف لائے لوگ دُور دُور سے زیارت کو پہنچے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے شاہ صاحب کو شرفِ بازیابی بخشا اور عصائے مُبارک دے کر فرمایا کہ اس عصا کو لے کر مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو آنا چاہے اندر آکر اس کا حال عرض کرو اور میری اجازت سے اندر بھیجو۔ شاہ صاحب نے اسکی تعمیل کی اور ہزار ہا بندگانِ خُدا نے حضور کی زیارت کی صبح اُٹھ کر حضرت شاہ صاحب۔ شاہ غلام علی رح خلیفۂ مجاز حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کے پاس تشریف لے گئے۔ اور تعبیر چاہی۔ شاہ صاحب نے فرمایا، سُبحان اللہ! یوسفِ وقت مجھ سے تعبیر پوچھتا ہے۔ شاہ صاحب نے کہا، خواب کی تعبیر آپکی زبان سے سُننا چاہتا ہوں۔ شاہ غلام علی نے کہا آپ کے یا آپ کے کسی مُرید کے ذریعے رسُول اللہ کی ہدایت اور فیض کا سلسلہ جاری ہو گا۔ شاہ عبدالعزیز نے کہا میرے خیال میں بھی یہی تعبیر آئی ہے ——————

اس واقعہ کے ایک ہفتہ بعد سید احمد شہید دہلی تشریف لائے۔ اکبر آبادی مسجد میں قیام کیا بہت سے لوگ بیعت ہوئے۔ اس موقع پر شاہ ولی اللہ رح کے پوتے اور شاہ عبدالغنی کے فرزند جلیل مولانا شاہ اسمٰعیل اور شاہ عبدالعزیز کے داماد مولانا عبدالحی کے علاوہ شاہ اھل اللہ (برادر شاہ ولی اللہ) کے پوتے محمد یوسف اور ان کا خاندان حضرت سے بیعت ہوا۔ اس سے آپ کی شہرت و مقبولیت دُور دُور تک پھیل گئی۔ جگہ جگہ سے دعوت نامے موصول ہونے لگے لہذا حضرت سید نے خلقِ خدا کی نفع رسانی کے لیۓ دوآبہ کا تفصیلی دورہ کیا۔ جس میں ہزاروں انسان بیعت ہوئے۔ اس دورہ میں آپ میرٹھ، پھلت، مظفر نگر، دیوبند، سہارنپور، انبیٹھ، گنگوہ، نانوتہ بھی گئے۔ ان اضلاع کے دورے کے بعد سید صاحب نے لکھنؤ بنارس وغیرہ کا اصلاحی اور تبلیغی دورہ کیا۔ ان دوروں میں سید صاحب بیعت لیتے لوگوں کو رسُوم سے روکتے بدعات کا رد کرتے اور سنت کی تلقین کرتے۔ دیکھتے دیکھتے دین کی ایک بہار آگئی تھی۔ جدھر سے گذرے ایک بڑا اثر چھوڑ گئے۔ لوگوں کو پابندِ صوم وصلوٰۃ بنا گئے۔ کہیں حرام سے نفرت دِلائی، کہیں رسُوم کو توڑا آپکے وعظ سے ہزاروں جرائم پیشہ تائب ہو گئے۔ اس دورے سے واپسی پر سید صاحب نے ایک سال رائے بریلی میں قیام کیا۔ اب آپ لوگوں کو جہاد کی دعوت دے رہے تھے۔ اکثر جہاد پر ہی گفتگو فرماتے، ہتھیار رکھنے کو کہتے۔ لکھنؤ میں سید صاحب نے ایک شخص کو تفنچہ دیا

اور کہا جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے ہتھیار رکھو اور شکم سیر ہو کر کھاؤ۔ انشاء اللہ کفار سے جہاد کریں گے۔ تم بھی مشق میں مشغول رہو۔ اس سے بہتر کوئی فقیری اور درویشی نہیں۔

آپ لوگوں کو جہاد پر آمادہ کرتے رہے اور ساتھ ہی حج کا ارادہ فرما لیا۔ اس دَور میں علماء کا فتویٰ تھا کہ سفر مشکل اور پُرخطر ہونے کے باعث حج ساقط ہو گیا ہے سیّد احمد نے اس عظیم شعار کو ہندوستان میں پھر سے زندہ کیا۔ مختلف علاقوں کا دَورہ کر کے لوگوں کو حج کی ترغیب دی اور ایک بڑی جماعت کو حج کے لئے تیار کر لیا۔ اس سلسلے میں سیّد ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں :

"ہندوستان کی ہزار بارہ سو سالہ تاریخ میں اسکی قطعاً نظیر نہیں ملتی کہ اتنی بڑی جماعت نے اس ذوق و شوق اور جوش و خروش اور اس باہمی اُلفت و محبت اور اس متحرک اسلامی ماحول کے ساتھ جو اس قافلے کے ساتھ ساتھ چلتا تھا حج کا سفر کیا ہو...... جب تک قافلہ سفر میں تھا ہندوستان کا وہ خطّہ جو اسکی گزرگاہ تھا، پیہم جنبش میں تھا۔ پھر اس کے جلو میں دینی اصلاح و تبلیغ کا عظیم سیلاب تھا جس میں شرک و بدعت، فسق و فجور، جاہلیت کے رُسوم و شعار خس و خاشاک کی طرح بہے جاتے تھے۔ ہندوستان کا پُورا شمال مشرقی علاقہ جو تین چار وسیع صُوبوں پر پھیلا ہوا تھا اس کے فیض سے گلزار بن گیا۔"

(سیرت سیّد احمد شہید)

سیّد احمد شہید کی قیادت میں حج کو جانے والا یہ قافلہ رائے بریلی سے مرزا پور، مرزا پور سے بنارس اور کلکتہ سے ہوتا ہوا مکّہ معظمہ کے لئے رَوانہ ہوا۔ اس قافلے کا ایک ایک فرد اخلاص کا پیکر، للّٰہیت اور تقوے کا مجسّمہ، ایثار و قربانی کا مظہر اتم جاں نثاری اور جانبازی کی مکمل تصویر تھا۔ یہ لوگ ہنس ہنس کے سفر کی تلخیاں سہہ رہے تھے، فاقوں پر مسرور تھے، تکالیف پر تبسم کناں مشقتوں اور کلفتوں کو اخلاص کی ڈھال سے ٹال رہے تھے آخر مُصیبت کے پہاڑوں کو جذبے کی کدالوں سے پاش پاش کرتے ہوئے ۲۹ شعبان کو شہر عشق مکّہ معظّمہ پہنچے۔ اور باب السلام سے حرم کعبہ میں داخل ہوئے۔ ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ گریہ طاری تھا کہ کئی مہینوں سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے والے منزلِ مراد کو پہنچ چکے تھے۔

رمضان وہیں گزارا پھر حج کیا۔ اسی دوران منیٰ میں عقبیٰ جہاں آٹھ انصاریوں نے اسلام قبول کیا۔

تھا، اور اسلام مدینے کے گھر گھر پہنچا تھا اس مقام پر سید احمد شہید نے اپنے ساتھیوں سے بیعت جہاد لی، تمام ساتھی اس مقدس مقام پر مقدس مہینے میں سید احمد کے ہاتھ پر اللہ سے اسلام کی سربلندی کے لئے تن من دھن قربان کرنے کا عہد کر رہے تھے۔ پھر وہ اسے زندگی میں کیسے فراموش کر سکتے تھے۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے، کئی بار زیارتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرّف ہوئے۔ مدینہ میں سردی بڑھ رہی تھی، ساتھیوں کے پاس کمبل نہ تھے، ایک روز سید صاحب نے حضور سرورِ کائنات ؐ کو خواب میں دیکھا حضور فرما رہے تھے۔ "احمد یہاں سے جاؤ تمہارے ساتھیوں کو سردی سے تکلیف ہے۔"

آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا مکہ معظمہ پہنچے طواف وداع کیا اور اکتوبر ۱۸۲۳ء کو واپس ہندوستان پہنچے، رائے بریلی میں ایک سال دس مہینے قیام کیا، ساتھیوں کو جہاد کی ترغیب دی اور ایک جماعت اکٹھی کر لی۔ آپ نے جہاد کے لئے سرحد کا انتخاب کیا اور یہ انکی سیاسی بصیرت کی لازوال مثال ہے۔ آپ نے ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء رائے بریلی سے ہجرت کی آپ رائے بریلی سے گوالیار اور گوالیار سے ٹونک اور مارواڑ اور پھر حیدرآباد سندھ پہنچے۔ یہاں آپ سید صبغۃ اللہ راشدیؒ سے ملے، جن کی اولاد پیر جھنڈا اور پیر پگاڑو کے نام سے موسوم ہے، پیر سید صبغۃ اللہ راشدی نے سید صاحب کے جہاد کے پروگرام کو سراہا اور ان مجاہدین کی نصرت کے علاوہ اصل مقصد جہاد میں شرکت و رفاقت کا عزم بھی کیا، لیکن سید صاحب نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی اپنی جمعیۃ و انصار کے ساتھ سکھوں کی حدودِ حکومت کے متصل کسی موزوں مقام پر جہاد کا آغاز کریں۔ سید صاحب کا اس سے مقصد یہ تھا کہ سکھوں کی حکومت دو طرفہ مقابلہ و مدافعت میں اُلجھ جائے اور اس کی پریشانیوں میں اضافہ ہو۔

حیدرآباد سندھ سے سید صاحب شکارپور پہنچے اور وہاں سے ہوتے ہوئے کوئٹہ کے راستے پشاور پہنچے پھر نوشہرہ اور اکوڑہ خٹک میں پہلی جنگ ہوئی جہاں ۴۶ مجاہدین شہید ہوئے اور سکھوں کو شکست ہوئی۔ سید صاحب آزاد علاقہ میں خوانین اور عوام کو ساتھ ملا کر اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے لیکن بدقسمتی سے انہوں نے اپنی سلطنت کے خاتمہ کے ڈر سے اور اسلامی احکامات پر عمل کے خوف سے سکھوں کے ساتھ مل کر سید کا مقابلہ کیا۔ سید کی اکثر جنگیں سکھوں اور سرداروں کے درمیان ہوئیں ان میں انگریز پورے پورے شریک رہے۔ بالآخر سید صاحب نے پنجتار، سمہ اور پشاور